بعثتِ نبوی سے قبل کے بعض واقعات کا تجزیاتی مطالعہ

صابر اللہ ۞

نور حیات خان ۞

زیرِ نظر مقالہ روایات سیرت کی تنقیح میں محدثین کی کوششوں کا ثمر ہے، جس میں واقعات کی اسانید اور راویوں کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے، جس کے لیے بہ طورِ خاص قدیم مؤرخین اور عظیم مجموعہ ہاے سیرت کی چھان پھٹک کی گئی ہے۔ ان روایات پر اعتماد کرنا جنھیں بعض موقعوں پر قدیم ناقدین نے صحیح قرار دیا ہے یا ان روایات کی تصحیح یا تضعیف میں ان کے طریق کار سے استفادہ کرنا جن پر انھوں نے کوئی حکم صادر نہیں کیا، اس تحقیقی بحث کا اہم ترین ہدف ہے، تاکہ یہ بحث قاری کے اندر اعتماد پیدا کر سکے اور سیرت کے بارے میں درست ترین تصویر پیش کر سکے۔ ذیل میں چند ایک واقعات بہ طور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

کاہن کی پیشن گوئی

روایت ہے کہ ایک بار عبد المطلب یمن گئے۔ وہاں ایک کاہن ان کے پاس آیا اور ان کی اجازت سے ان کے نتھنوں کو دیکھ کر بتایا کہ ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے میں بادشاہی کی علامت ہے۔[۱] یہ واقعہ تاریخ، سیر اور طبقات جیسی کتب میں موجود ہے۔

روایت کی استنادی حیثیت

اس روایت میں عبد العزیز کے بعد راوی یعقوب بن محمد الزہری ہے، جس کی نسبت علماے جرح و تعدیل کی راے کچھ یوں ہے:

امام یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ اگر یہ ثقہ راوی سے روایت کرے تو اس سے لکھو ورنہ نہیں۔[۲] امام

۞ پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد، پاکستان۔(sirsabirullah30@gmail.com)

۞ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد، پاکستان۔(nhayat@numl.edu.pk)

۱– شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، **سیرۃ النبی** (لاہور: آر زیڈ پیکیجز، ۱۴۰۸ء)، ۳: ۴۰۰؛ قاری محمد طیب، **سیرت پاک** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۲ھ)، ۲۱۔

۲– محمد بن احمد شمس الدین الذہبی، **میزان الاعتدال في نقدالرجال**، ت: علی محمد البجاوی (بیروت: دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، س ن)، ۴ : ۳۵۴۔

ابوزرعہ [۳] کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں، وہ واقدی کے قریب ہے۔ [۴] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں، اس کی حدیث لاشیٔ کے برابر ہے [۵] حافظ زکریا بن یحییٰ ساجی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے [۶]۔ اگرچہ امام حاکم نے **مستدرک** میں اس کو روایت کیا ہے، لیکن امام ذہبی نے **تلخیص مستدرک** میں اس پر تعلیق کرتے ہوئے یعقوب اور عبد العزیز دونوں کو ضعیف کہا ہے۔ [۷]

عبداللہ سے ایک کاہنہ کی درخواست

روایت ہے کہ نور جب عبد اللہ کی پیشانی میں چمکا (یعنی جوانی کا جوبن آیا) تو ایک عورت جو کاہنہ تھی اس نے نور کو پہچانا اور چاہا کہ خود عبد اللہ سے ہم بستر ہو کر اس نور کی امین بن جائے، مگر یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی؛ کیوں کہ اس وقت عبد اللہ نے عذر کیا اور گھر چلے گئے۔ وہاں یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی۔ عبد اللہ نے واپس آکر کاہنہ سے درخواست کی، تو اس نے رد کر دی کہ اب وہ نور تمھاری پیشانی سے منتقل ہو چکا ہے۔ [۸]

واقعے کی استنادی حیثیت

ابن سعد نے تین طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔ ایک طریقہ جس میں پہلا راوی واقدی ہے اور دوسرے میں کلبی ہے۔ یہ دونوں علمائے رجال کے ہاں معتبر نہیں ہیں۔ [۹] تیسرا طریقہ ذکوان السمان ابو یزید مدنی

۳۔ نفس مصدر، ۴: ۳۵۴۔

۴۔ احمد بن علی العسقلانی، **تهذيب التهذيب** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۴ء)، ۱۱: ۳۴۸۔

۵۔ احمد عبد الرزاق عید وغیرہ، **موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله** (بیروت: عالم الكتب، ۱۹۹۷ء)، ۴: ۱۶۸۔

۶۔ الذہبی، **میزان الاعتدال**، ۴: ۳۵۴۔

۷۔ محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، **المستدرك على الصحيحين**، ت: مصطفى عبد القادر عطا (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۰ء)، حدیث نمبر: ۴۱۷۶، ۲: ۶۵۶۔

۸۔ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۰۰؛ محمد بن سعد، **الطبقات الكبير**، ت: ڈاکٹر علی محمد عمر (القاہرہ: مکتبۃ الخانجی، س ن)، ۱: ۷۵ – ۷۶؛ محمد ادریس کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ** (کراچی: الطاف اینڈ سنز، س ن)، ۴۴– ۴۵؛ سید احمد زینی دحلان، **السيرة النبوية**، ترجمہ، ذوالفقار علی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ۱: ۴۵؛ حبیب الرحمٰن کاندھلوی، **مذہبی داستانیں** (کراچی: الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، س ن)، ۱: ۷۵– ۷۶۔

۹۔ عبد اللہ بن عدی الجرجانی، **الكامل في ضعفاء الرجال**، ت، یحییٰ مختار غزاوی (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۸ء)، ۶: ۲۴۱۔

تابعی [۱۰] پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی اوپر کے راوی غائب ہیں۔

ابو یزید مدنی کی اگرچہ بعض آئمہ نے توثیق کی ہے؛ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: متهم بأمر عظیم۔ [۱۱] اسی طرح مدینہ کے شیخ الکل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ابو زرعہ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم۔ [۱۲]

ابو نعیم نے چار طریقوں سے اس کی روایت کی ہے؛ لیکن ان میں کوئی بھی قابل وثوق نہیں۔ ایک طریقے میں نضر بن سلمہ، احمد بن محمد اور عبد العزیز بن عمرو الزہری ہیں [۱۳] اور یہ تینوں راوی غیر معتبر ہیں۔ دوسرے سلسلے میں مسلم بن خالد الزنجی ہیں، [۱۴] جو ضعیف سمجھے جاتے ہیں اور دیگر متعدد مجاہیل ہیں۔ تیسرا سلسلہ یزید بن شہاب الزہری [۱۵] پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آگے کا سلسلہ بیان نہیں کرتے اس لیے ان کا سلسلۂ سند بھی معلوم نہیں۔ چوتھا بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ، [۱۶] اور وہ اوپر مذکورہ تیسرا سلسلۂ سند ہی ہے۔ خرائطی [۱۷] اور ابن عساکر [۱۸] کا سلسلہ بھی ناقابل اعتبار اور کم زور ہے۔ [۱۹]

۱۰- محمد مہدی المسلمی وغیرہ، **موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله** (بیروت: عالم الکتب للنشر والتوزیع، ۲۰۰۱ء)، ۱: ۳۰۶۔

۱۱- احمد بن علی المقریزی، **مختصر الکامل في الضعفاء**، ت، أیمن بن عارف (دمشق: مکتبة السنة، ۱۹۹۴ء)، ۱: ۴۷۵۔

۱۲- ابن سعد، **الطبقات**، ۱: ۸۶- ۸۹۔

۱۳- ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی، **دلائل النبوة**، ت، الدکتور محمد رواس قلعہ جی، عبد البر عباس (بیروت: دار النفائس، ۱۹۸۶ء)، ۱: ۱۲۹۔

۱۴- نفس مصدر، ۱: ۱۳۱۔

۱۵- نفس مصدر، ۱: ۱۳۳۔

۱۶- احمد بن الحسین البیہقی، **دلائل النبوة**، ت، د۔ عبد المعطی قلعجی (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۸۸ء)، ۱: ۱۰۲۔

۱۷- محمد بن جعفر الخرائطی، **ھواتف الجنان**، ت، ابراہیم صالح (جدة: دار البشائر للطباعة والنشر، ۲۰۰۱ء)، ۱: ۵۱۔

۱۸- علی بن الحسن ابن عساکر، **تاریخ دمشق**، ت، عمر بن غرامہ العمروی (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵ء)، ۳: ۴۰۶۔

۱۹- ابو نعیم، **دلائل النبوة**، ۱: ۱۳۰- ۱۳۳۔

دوسری طرف اس واقعے کی روایات میں حد درجے کا اضطراب پایا جاتا ہے؛ کیوں کہ بعض راویوں نے اس عورت کو ورقہ بن نوفل کی بہن[۲۰] جب کہ بعض نے کاہنہ[۲۱] جیسے مختلف صفاتی ناموں کے ساتھ منسوب کیا ہے اور اسی طرح ایک اور اضطراب عورت کے قبیلے اور ذاتی نام میں بھی پایا جاتا ہے۔ قبیلے کی طرف نسبت میں بعض نے اس کو خثعمیہ، جب کہ کئی دوسروں نے اس کو اسدیہ،عدویہ اور قریشیہ تک بھی لکھا ہے۔ اور ذاتی نام بعض نے قتیلہ اور بعض نے لیلیٰ نقل کیا ہے،[۲۲] جس سے اس واقعے کے اختلاقی اور گھڑے ہونے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

عبد اللہ کے فراق میں دوسو عورتوں کا مرتے دم تک کنواری رہنا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد مناف اور قبیلہ مخزوم کی دوسو عورتیں گنی گئیں جو اس غم میں کہ عبد اللہ سے ان کی شادی نہیں ہوئی، مرتے دم تک کنواری رہیں، اور قریش کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو اس غم میں بیمار نہ پڑ گئی ہو۔[۲۳]

۲۰- محمد بن اسحاق، **سیرۃ ابن اسحاق**، كتاب السير والمغازي، ت، سہیل زکار(بیروت: دار الفكر،۱۹۷۸ء)،۱: ۴۲۔

۲۱- ابن کثیر، **البداية والنهاية** (بیروت: مكتبة المعارف،۱۹۹۰ء)،۲: ۲۴۹-۲۵۰۔

۲۲- محقق نے حاشیے میں لکھا: تخبطت الروايات في اسم المرأة فهي مرة امرأة من خثعم، ومرة أم قتال أُخْتُ وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، ومرة هي ليلى العدوية، ومرة «كاهنة من أهل تبالة متهورة» ومرة أنه كان متزوجا بامرأة أخرى غير آمنة ... إلخ هذا التخبط الدال على الكذب، ولماذا اختار الرواة أُخْتُ وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، أو امرأة كانت قد قرأت الكتب؟! وبالتالي: إننا إذا نظرنا إلى الشعر الوارد في هذا الخبر على لسان المرأة، لوجدناه شعرا ركيكاً، مزيفا، مصنوعًا،ملفقًا، مضطرب القافية، محشورة الكلمات فيه بشكل مصطنع واضح الدلالة على تلفيقه وبهذا كله يسقط هذا الخبر الواهي، ويدل على هذا قول ابن إسحاق، والطبري، وغيرهما ممن نقلوا الخبر- فيما يزعمون- وهو زعم باطل (احمد بن الحسین بیہقی، **دلائل النبوة**،۱:۱۰۵-۱۰۶؛ محمد بن عبد الباقی الزرقانی، **شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية** (بیروت: دار الكتب العلمية،۱۹۹۶ء)،۱:۱۹۰-۱۹۲۔

۲۳- نفس مصدر، ۱ :۱۹۳؛ نعمانی، **سیرۃ النبی**،۳: ۴۰۱؛ کاندھلوی، **مذہبی داستانیں**،۱: ۸۰- ۸۱۔

واقعے کی استنادی حیثیت

یہی وہ واقعہ ہے جس کا غلط ترجمہ بعض اردو مؤلفین نے یہ کیا ہے کہ اس رات دو سو عورتیں رشک و حسرت سے مر گئیں۔ یہ روایت سند کے بغیر زرقانی کی **شرح المواهب اللدنیة** میں بصیغہ رُوِیَ (مجہول) بیان کی گئی ہے۔[۲۴] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں اضطراب ہے۔ درحقیقت یہ روایت بالکل بے سند اور بے اصل ہے، تبھی تو کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

حالت حمل میں حمل کا محسوس نہ ہونا

بی بی آمنہ کہتی ہیں کہ انھیں ایام حمل میں حمل کی کوئی علامت پیدا نہیں ہوئی اور عورتوں کو ان ایام میں جو گرانی اور تکلیف ہوتی ہے، وہ بھی نہیں ہوئی، بجز اس کے کہ معمول میں کچھ فرق آ گیا تھا۔[۲۵]

واقعے کی استنادی حیثیت

صاحب **سیرت حلبیہ**[۲۶] اور **مصنف خمیس**[۲۷] نے محمد ابن اسحاق اور ابو نعیم کی طرف اس روایت کو منسوب کیا ہے؛ جب کہ محمد بن سید الناس نے **عیون الاثر** میں اس روایت کو بہ حوالۂ واقدی نقل کیا ہے؛ لیکن ابن اسحاق کی کتاب، جس کو دار الکتب العلمیۃ، بیروت نے ۲۰۰۴ء میں چھاپا ہے، اور **دلائل لأبي نعیم** کے مطبوعہ نسخے، جو دارالنفائس، بیروت نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا ہے، میں اس قسم کا کوئی واقعہ مذکور نہیں۔ دراصل یہ قصہ ابن سعد نے دو سلسلوں سے نقل کیا ہے، مگر ان میں سے ہر ایک کا سلسلہ واقدی کا ہے، لیکن

۲۴- وقد روي عن العباس: أنه لما بنى عبد الله بآمنة أحصوا مائتي امرأة من بني مخزوم وبني عبد مناف متن ولم يتزوجن أسفًا على ما فاتهن من عبد الله، وأنه لم تبق امرأة في قريش إلا مرضت ليلة دخل عبد الله بآمنة. (الزرقانی، **شرح الزرقاني على المواهب اللدنية**، ۱: ۱۹۳۔)

۲۵- محمد ابن سید الناس، **عیون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير**، ت، محمد العید (بیروت: دار ابن کثیر، س ن)، ۱: ۷۸۔

۲۶- علی بن ابراہیم ابو الفرج، **السيرة الحلبية، إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۷ھ)، ۱: ۶۹۔

۲۷- حسین بن محمد الدیار بکری، **تاریخ الخمیس في أحوال أنفس النفيس** (بیروت: دار صادر، س ن)، ۱: ۱۸۵۔

محدثین کی رائے میں اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان میں سے کوئی سلسلہ بھی مرفوع نہیں؛ پہلا سلسلہ عبداللہ بن وہب پر ختم ہوتا ہے، جو اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے، اوردوسرا اسلسلہ زہری پر جاکر ختم ہوتا ہے۔(۲۸)

حضرت آمنہ کو دورانِ حمل خواب ہی میں آپ ﷺ کا نام محمد رکھنے کی ہدایت

روایت ہے کہ حضرت آمنہ نے خواب میں آپ ﷺ کے عظیم المرتبت ہونے کی خبریں پائیں اور انھیں آپ ﷺ کا نام محمد(۲۹) رکھنے کی بھی ہدایت کی گئی اور جب وہ بیدار ہوئیں تو انھیں سونے کا ایک ورق ملا؛ اس میں اشعار تھے، جن کے ساتھ آپ ﷺ کو پکارا گیا تھا۔(۳۰)

بعض کتب نے اس واقعے کو یوں روایت کیا ہے کہ سیدہ آمنہ نے دوران حمل تعویذ پہنے ہوئے تھے جو خود بہ خود کٹ گئے، یا ایک مرتبہ آپ نیند سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ ان کے پاس سونے کا ایک صحیفہ پڑا ہے، جس میں آپ ﷺ کے لیے دعائیہ اشعار لکھے ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک اشعار یہاں ذکر کیے جارہے ہیں:

أعیذه بالواحد من شر كل حاسد

(اللہ جو ذات وصفات اوراسما میں یکتا ہے،سے ہر ایک حاسد کے شر سے محمد ﷺ کی نگہبانی اور حفاظت چاہتی ہوں۔)

وكل خلق رائد من قائم و قاعد

(اور ہر اس مخلوق سے جو برائی کی آرزو رکھتی ہے، کھڑی ہے یا بیٹھی ہے [تمام کے شر سے پناہ چاہتی ہوں]

عن السبيل عاند على الفساد جاهد

([مخلوق میں سے]جو بھی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا ہےاور فساد وخرابی کے لیے کوشاں ہے[اس کے شر سے پناہ چاہتی ہوں]۔)

۲۸- ابن سعد، **الطبقات**، ۱: ۷۸- ۷۹۔

۲۹- ابن اسحاق، **كتاب السير والمغازي**،۱ :۴۱- ۴۲۔

۳۰- جلال الدین السیوطی، **الخصائص الكبرىٰ** (بیروت: دارالکتب العلمیة، ۱۹۸۵ء)،۱: ۹۳؛ابن کثیر، **البداية و النهاية**،۱: ۲۶۳؛ زینی دحلان،**السيرة النبوية**،۱: ۵۳؛ ابن سعد، **الطبقات**،۱: ۷۸۔

من نافث أو عاقد وكل خلق مارد

(جادوگر اور گرہوں میں سحر پھونکنے والے اور ہر سرکش مخلوق [کے شر سے اس کی پناہ چاہتی ہوں۔])۔

يأخذ بالمراصد في طرق الموارد[۳۱]

[(اور ایسی مخلوق کے شر سے پناہ مانگتی ہوں)] جو لوگوں کے جاے ورود میں انھیں پکڑنے کے لیے تاکوں میں تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔)

واقعے کی استنادی حیثیت

یہ واقعہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی طویل روایت کا ایک مختصر سا ٹکڑا ہے جسے مؤرخ ابن اسحاق نے اپنی سیرت کی کتاب میں ایک مجہول راوی جہم بن ابی جہم کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔[۳۲] اور بعض علما نے اسے قوی ثابت کرنے کے لیے واقدی کی نقل کردہ روایات کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے، لیکن واقدی خود محدثین کی نظر میں ایک متروک راوی ہے۔ اس کے شواہد میں حسان بن عطیہ، اسحاق بن عبداللہ اور داؤد بن ابی ہند کی روایات پیش کی گئیں، لیکن وہ سب کے سب مراسیل ہیں۔[۳۳] ان سے بھی اس روایت کو تقویت نہیں مل سکتی[۳۴] اور اس قسم کی روایات کا سہارا لینے کی آخر ضرورت کیا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر[۳۵] خود عام اور مقام بلند کیا ہو۔

ایک یہودی تاجر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے

۳۱۔ ابو نعیم اصفہانی، **دلائل النبوة**، ۱-۲: ۱۳۷۔

۳۲۔ محمد بن اسحاق، **السيرة النبوية**، ت، احمد فرید المزیدی (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۴ء)، ۱-۲: ۱۰۰۔

۳۳۔ دیکھیے: احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، س ن)، ۲: ۱۱۴؛ وقال الهيثمي: رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِسَنَدَيْنِ أَحَدُهُمَا ضَعِيفٌ، وَالْآخَرُ فِيهِ جَمَاعَةٌ لَمْ أَعْرِفْهُمْ (نور الدین علی بن أبی بکر الهیثمی، **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۸۸ء)، ۱۰: ۲۸۹۔

۳۴۔ اکرم ضیاء العمری، **السيرة النبوية الصحيحة** (مدینہ منورہ: مکتبة العلوم والحکم، ۱۹۹۴ء)، ۱: ۹۹۔

۳۵۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (القرآن ۹۴: ۴)۔

ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی تجارت کرتا تھا، جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اس نے قریش کی ایک مجلس میں آکر پوچھا کہ آیا آج رات کسی قریشی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ اہلِ مجلس نے لاعلمی کا اظہا کیا، اس نے **"اللہ اکبر"** کہہ کر کہا کہ تم کو نہیں معلوم تو غور سے سنو اور میری بات یاد رکھو، آج رات کو آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے، اس میں گھوڑے کے بال کی طرح مسلسل بال ہیں۔ وہ دو رات تک دودھ نہیں پیے گا؛ کیوں کہ ایک عفریت جن نے اس کے منہ میں انگلی ڈال رکھی ہے، جس کی وجہ سے وہ دودھ نہیں پی سکتا، چناں چہ مجلس برخاست ہوئی اور وہ یہودی کی بات سے نہایت حیرت و تعجب میں تھے۔ جب گھروں کو لوٹے تو ہر ایک نے اپنے اہلِ خانہ سے بچے کی پیدائش کے متعلق پوچھا، تو سب کے اہلِ خانہ نے کہا: واللہ! عبد اللہ بن عبد المطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا ہے۔ پھر اہلِ مجلس کی باہمی ملاقات ہوئی تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہودی کی بات تم نے سن لی ہے اور بچے کی پیدائش کی خبر بھی معلوم ہوگئی ہے؛ چناں چہ وہ یہ بات کرتے ہوئے یہودی کے پاس آئے اور اسے سارا واقعہ بتایا تو اس نے کہا میرے ساتھ چلو کہ میں اس بچوں کو دیکھوں۔ وہ یہودی کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے آئے تو انھوں نے کہا اپنے بچے کو تو لاؤ، جب وہ لائیں تو انھوں نے بچے کی کمر سے کپڑا سرکایا؛ اس پر یہودی نے تِل دیکھا تو فوراً غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: واللہ! اسرائیل کے خاندان سے نبوت رخصت ہوگئی۔ اے قریش! تم اس نبوت سے خوش ہو، وہ ایسا حملہ کرے گا کہ ساری دنیا میں اس کی خبر پھیل جائے گی۔[۳۶]

واقعے کی استنادی حیثیت

اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس ہیں اور ان کے سماع کی وضاحت نہیں۔[۳۷] یہ روایت امام حاکم کی **مستدرک** میں ہے، جسے انھوں نے صحیح کہا ہے۔ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ امام حاکم کا کسی روایت کو صحیح کہنا ہمیشہ توثیق کا محتاج رہتا ہے اور علماے رجال یہی کہتے ہیں کہ امام ذہبی جب تک امام حاکم کی روایت کی توثیق نہ کریں تو

۳۶- محمد بن یوسف الصالحي الشامی، **سبل الهدی والرشاد في سيرة خير العباد**، ت، د۔ مصطفی عبدالواحد، الباب الخامس في إخبار الأحبار وغيرهم بليلة ولادته صلى الله عليه وسلم (قاہرہ: لجنة إحياء التراث الإسلامی، ۱۹۹۷ء)، ۱: ۴۰۹- ۴۱۰؛ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفٰی**، ۱: ۵۴ -۵۵؛ دحلان، **السيرة النبوية**، ۱: ۵۷۔

۳۷- ذہبی، **میزان الاعتدال**، ۳: ۴۷۵۔

توقف بہتر ہے۔ یہاں حافظ ذہبی نے امام حاکم کی موافقت نہیں کی ہے۔[۳۸] سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن اسحاق نے خود اپنی سیرت میں یہ روایت نہیں لی۔ ابو غسان محمد بن یحییٰ کو بعض محدثین نے ثقہ کہا ہے،[۳۹] مگر محدث سلمانی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، اور امام ابن حزم نے مجہول کہا ہے۔[۴۰] اور مزید یہ کہ اس کے باپ یحییٰ بن علی کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا کہ یہ کون تھا، اور کب گزرا ہے؟

اسی قسم کی ایک روایت اسی راہب کے متعلق ابو جعفر بن ابی شیبہ سے مروی ہے۔ ابو نعیم نے **دلائل النبوۃ** میں اور ابن عساکر نے **تاریخ دمشق** میں اس کو ذکر کیا ہے، لیکن امام زرقانی اور ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے، اس لیے معتبر نہیں۔[۴۱]

راہب عیص کی خبر

مکہ کے شمال میں ۲۲ کلو میٹر دور مرّالظہران[۴۲] قصبہ ہے، جہاں "عیص" نامی راہب نے آپ ﷺ کی پیدائش کی خبر دی۔[۴۳]

۳۸- احمد بن الحسین البیہقی، **دلائل النبوة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۵ھ)، ۱: ۱۰۵۔

۳۹- مہدی المسلمی، **موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني**، ۲: ۶۳۶۔

۴۰- زین الدین عبد الرحیم العراقی، **ذیل میزان الاعتدال**، ت، علی محمد معوض وغیرہ (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۵ء)، ۱: ۱۸۸۔

۴۱- ابن رجب عبد الرحمن بن احمد ابو الفرج، **لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف** (بیروت: دار ابن حزم للطبعة والنشر، ۲۰۰۴ء)، ۱: ۹۲؛ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۰۷-۴۰۸۔

۴۲- مرّ علاقے اور ظہران وادی کا نام ہے، مر الظہران اس کا پرانا نام تھا، جب کہ اس وادی کا جدید نام وادیٔ فاطمہ ہے جو سعودی عرب میں واقع ہے اور یہاں اسلم، ہذیل اور غاضرہ قبائل کے بہت سے چشمے ہیں (یاقوت بن عبد اللہ الحموی، **معجم البلدان** (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۵ء)، ۴: ۶۳)۔

۴۳- الشامی، **سبل الهدى والرشاد**، الباب الخامس في إخبار الأحبار وغيرهم بليلة ولادته صلى الله عليه وسلم، ۱: ۳۴۰؛ دحلان، **السیرة النبویة**، ۱: ۵۸؛ احمد ابن حجر مکی، **النعمة الکبریٰ علی العالم في مولد سید ولد آدم** ﷺ، ترجمہ، میاں محمد طفیل (سیالکوٹ: قادری کتب خانہ، ۱۴۰۱ھ)، ۷۱-۷۶۔

واقعے کی استنادی حیثیت

ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن کثیر نے السیرة النبویة میں کہا ہے کہ اس میں غرابت و انوکھا پن ہے [۴۴]۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ایک گری ہوئی سند ہے، اس میں مسبب بن شریک ایک متروک راوی ہے۔ [۴۵]

آپ ﷺ کا بچپن اور عدل و نفاست کی داستان

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ گہوارے میں بھی عدل و انصاف پر اس درجہ عمل پیرا تھے کہ میں آپ ﷺ کو کبھی دوسری سمت سے دودھ پلانا چاہتی تو آپ ﷺ نہ پیتے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہی ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی عبد اللہ کے حق کا لحاظ رکھتے تھے۔ اسی طرح مزاج میں شروع سے ہی اس قدر نفاست اور شرم تھی کہ آپ ﷺ نے کبھی کپڑوں میں پیشاب و پاخانہ نہیں فرمایا۔ اگر حاجت ہوتی تو روتے تھے۔ جب میں کپڑا اوڑھا دیا کرتی تو خاموش ہو جاتے اور جب میں کسی کام میں مصروف ہوتی، تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی آپ ﷺ کو بہلا رہا ہے اور آپ ﷺ اطمینان سے لیٹے ہوئے ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قدرت نے آپ ﷺ کی فطرت میں شرم و حیا اور عدل و انصاف کو ودیعت فرمایا تھا۔ [۴۶]

واقعے کی استنادی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی عدل و انصاف کے قیام سے عبارت ہے، لیکن آپ ﷺ کے بچپن کا یہ واقعہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے دو طریقوں سے مروی ہے۔ ایک طریقے کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم ایک مجہول شخص ہے، [۴۷] اور دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے جو محدثین کے ہاں قابلِ اعتبار نہیں۔ [۴۸]

۴۴- ابن کثیر، السیرة النبویة، ت، مصطفی عبد الواحد (بیروت: دار المعرفة للطباعة والنشر، ۱۹۷۱ء)، ۱: ۲۲۲۔

۴۵- محمد بن اسماعیل البخاری، الضعفاء الصغیر، ت، محمود ابراہیم زاید (بیروت: دار المعرفة، ۱۹۸۶ء)، ۱: ۱۱۵؛ محمد بن احمد شمس الدین الذہبی، تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق، ت، مصطفی ابو الغیط وغیرہ (الریاض: دار الوطن، ۲۰۰۰ء)، ۲۱: ۶۳۔

۴۶- محمد طیب، سیرت پاک، ۲۵- ۲۶۔

۴۷- ذہبی، میزان الاعتدال، ۱: ۴۲۶۔

۴۸- نفس مصدر، ۳: ۲۶۲-۲۶۶۔

پہلے طریقہ سے اس کو ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابویعلیٰ، طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ اس کا سلسلۂ سند یہ ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولیٰ حارث بن حاطب نے بیان کیا اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا یا کسی ایسے شخص نے بیان کیا جس نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ (۴۹)

اس روایت میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہم اس روایت کو خود عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سننا یقینی نہیں بتاتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا یا کسی نے ان سے سن کر کہا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا اور کیسا شخص تھا؟ (۵۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں بولنا اور چلنا

روایات میں ہے کہ دو مہینے کی عمر میں آپ بیٹھنے لگے تھے اور پانچ مہینے کی عمر میں پیروں پر چلنے لگے تھے، جب کہ سات ماہ کی عمر میں تیز چلتے تھے۔ آٹھ مہینے کی عمر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح بولنے لگے تھے۔ آپ کا پہلا کلام لا إله إلا الله تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بچوں کے ساتھ نہیں کھیلے، بلکہ رضاعی بھائی کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو انھیں منع فرماتے تھے۔ بعض تاریخوں میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر پایا جاتا ہے، مگر شاہ عبد الحق دہلوی نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات فیض وبرکات کا ایسا منبع تھی کہ جو بیمار بچے پاس آکر بیٹھ جاتے، تندرست ہو جاتے۔ بیمار بکریوں پر اگر ہاتھ پھیرتے، تو شفا مل جاتی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے تو میرے اوپر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی اور یہ کیفیت مجھ پر اس درجہ غالب تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کبھی اپنے شوہر سے بھی ملاقات نہ کر سکی۔

سرکار دوعالم جب پورے دو سال کے ہوئے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت زبان مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے: "الله اكبر كبيرًا والحمد لله كثيرًا وسبحان الله بكرة وأصيلا۔" (۵۱) امام بیہقی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے کہ

۴۹- احمد بن علی ابویعلی الموصلی، مسند، ت، حسین سلیم أسد (جدة: دار المأمون للتراث، ۱۹۸۹ء)، ۱۳: ۹۳۔

۵۰- کاندھلوی، **مذہبی داستانیں**، ۱: ۹۰۔

۵۱- مفتی محمد شفیع عثمانی، **سیرت خاتم الانبیاء (أوجز السیر)** (دیوبند: دار الکتاب، س ن)، ۱۵۔

آپ ﷺ کا پہلا کلام یہ تھا۔

واقعے کی استنادی حیثیت

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا یہ تمام واقعہ دو طریقوں سے مروی ہے۔ ایک طریقے کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم ایک مجہول شخص ہے اور دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے، جس کے بارے میں ہم نے محدثین کی آرا کو بیان کیا ہے کہ وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔[۵۲]

پہلے طریقہ سے اس کو **سیرت ابن اسحاق، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند ابو یعلیٰ، معجم طبرانی** اور **دلائل النبوۃ** لابی نعیم میں نقل کیا گیا ہے اور اس کا سلسلہ سندیہ ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولیٰ حارث بن حاطب جمحی نے کہا اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا یا کسی ایسے شخص نے بیان کیا، جس نے عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن جعفر نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔[۵۳]

اس روایت میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہم اس روایت کو خود عبد اللہ بن جعفر سے سننا یقینی نہیں بتاتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر یا کسی نے ان سے سن کر کہا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا، اور کیسا شخص تھا؟ ابو نعیم وغیرہ مؤرخین نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ شک سرے سے نظر انداز ہو گیا ہے (یا عمداً کرا دیا گیا ہے)۔ اگر بالفرض جہم نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا تو عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں آٹھ نو برس کے تھے اور سات ہجری کے بعد ملک حبش سے مدینہ آئے تھے۔ ان کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے ملنا، اور ان سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے، بلکہ علمائے سیر و رجال میں خود حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے اسلام یا نبوت کے بعد آپ ﷺ سے ملاقات میں اختلاف ہے۔ صرف ایک دفعہ غزوۂ ہوازن کے موقعہ پر ان کا آنا کسی نے بیان کیا ہے۔[۵۴] (حالاں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی شیما رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان حالت کفر میں گرفتار ہو کر آیا تھا، کیوں کہ غزوۂ ہوازن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان ہی سے ہوا تھا)۔ مگر اس موقعہ پر عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا (جو کم سن تھے) موجود ہونا اور ان سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے۔ (بلکہ فتح مکہ اور اس کے

۵۲۔ نفس مصدر، ۱۵۔

۵۳۔ ابن ہشام، **السیرۃ**، ت، طہ عبد الرؤف (بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ)، ۱: ۱۵۴؛ حسین سلیم اسد، **مسند ابی یعلی** کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: إسناده ضعيف، **مسند**، ۱۳: ۹۳)۔

۵۴۔ قال الألبانی: ضعيف الإسناد، **سنن أبي داود**، ت، محمد محی الدین عبد الحمید (الریاض: المكتبة المعارف للنشر والتوزيع، س ن)، كتاب الأدب، باب في بر الوالدين، حدیث نمبر: ۵۱۴۴، ص: ۹۳۰۔

بعد کے غزوات میں بھی کوئی بچہ آپ ﷺ کے ہم راہ نہ تھا)۔

جہم بن ابی جہم جو اس روایت کی بنیاد ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے **میزان الاعتدال** میں اس کے حوالے سے اس کا نام درج کر کے لکھا ہے: "لا یعرف" (۵۵) (یعنی معلوم نہیں یہ کون شخص تھا۔)

دوسرا طریقہ وہ ہے جس کا مرکزی راوی واقدی ہے، اس سلسلے سے ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے اس واقعے کو لکھا ہے۔ یہ سلسلہ موقوف ہے، یعنی یہ سلسلہ کسی صحابی تک نہیں پہنچتا۔ اس کو واقدی زکریا بن یحییٰ بن یزید سعدی سے اور وہ اپنے باپ یحییٰ بن یزید سعدی سے نقل کرتے ہیں۔ ابن سعد نے دوسری جگہ پر ایک اور سلسلے سے اس کو واقدی سے روایت کیا ہے، اور واقدی عبد اللہ بن زید بن اسلم سے اور عبد اللہ اپنے باپ زید بن اسلم تابعی سے نقل کرتے ہیں۔ اس سلسلے کا پہلا راوی بھی واقدی ہے اور روایت بھی موقوف ہے۔ زید مذکور کی نسبت اہل مدینہ کلام کرتے تھے، اور ان کے بیٹے عبد اللہ کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ اس لیے یہ سلسلہ بھی استناد کے قابل نہیں۔ ابونعیم نے تیسری روایت میں واقدی کے سلسلے سے ان واقعات کو بے سند لکھا ہے۔(۵۶)

ہمارے نزدیک پہلے سلسلے کی بنیاد دو راوی ہیں: ایک جہم بن ابی جہم اور دوسرا محمد بن اسحاق۔ حافظ ابن حجر **لسان المیزان** میں لکھتے ہیں: "جہم بن ابی جہم (جنھیں کوئی نہیں جانتا) عبد اللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں اور ان سے محمد بن اسحاق، انھوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا والا قصہ بیان کیا ہے۔"(۵۷)

تقریباً یہی الفاظ حافظ ذہبی نے **میزان الاعتدال** میں ذکر کیے ہیں۔ گویا یہ روایت دراصل جہم پر موقوف

۵۵۔ الذہبی، **میزان الاعتدال**، ۱: ۴۲۶۔

۵۶۔ قال شعیب الأرنؤوط: في سنده انقطاع، محمد بن حبان، **صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۹۳ء)، ۱۴: ۲۴۷۔

۵۷۔ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **لسان المیزان**، ت، ابو غدة عبد الفتاح (بیروت: دار البشائر الاسلامیة، ۲۰۰۲ء)، ۲: ۴۹۹؛ قال الألباني: ضعيف انظر التعليق : أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْمُثَنَّى؛ قال الشيخ: هو الحافظ أبو يعلى الموصلي، وقد أخرجه في **مسنده** (۱۳: ۹۳)...بإسناده ومتنه هنا، وصرَّح ابن إسحاق بالتحديث في **سيرة ابن هشام** (۱: ۱۷۲)، لكنَّه شكَّ فقال: عن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب، أو عَمَّن حدَّثه عنه، قال... فذكره. فلم تَطمئن النفسُ لاتصاله، ولا سيَّما وجهمٌ هذا مجهول الحال؛ لم يُوَثِّقْهُ غير ابن حبان (۴: ۱۱۳)، وقال الذهبي في **الميزان** وغيره: "لا يُعرف" (صهيب عبد الجبار، **المسند الموضوعي الجامع للكتب العشرة**، (http://ar.lib.efatwa.ir,2013)، ۹: ۲۱۷۔

ہے، جس سے محمد بن اسحاق کے علاوہ کوئی بھی روایت نہیں کرتا۔ اس طرح اس روایت میں چار عیوب پیدا ہوگئے:

۱۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی روایت نہیں سنی

۲۔ خود جہم نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی

۳۔ جہم سے کوئی شخص واقف نہیں

۴۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا اسلام لانا خود مشکوک ہے، کجا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا ان سے واقعے کا سننا

بادلوں کا ساتھ چلنا

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا پیار و محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ میں نکلنے نہیں دیتی تھیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دھوپ میں نکل پڑے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو لڑکی پر خفا ہو گئیں کہ تم دھوپ میں کیوں لے گئیں۔ لڑکی نے کہا: اماں جان میرے بھائی کو دھوپ نہیں لگتی۔ میں نے دیکھا کہ اس پر بادل سایہ کیے ہوئے تھے۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ادھر وہ بھی چلتے اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک جاتے، وہ بھی رک جاتے تھے۔ اس کیفیت سے وہ یہاں تک پہنچے ہیں۔[۵۸]

واقعے کی استنادی حیثیت

ابن سعد نے اس واقعے کو دو طریقوں سے نقل کیا ہے: ایک میں صرف واقدی کا حوالہ دیا ہے اور اس کے آگے کوئی نام نہیں دیا اور دوسرے میں ہے کہ واقدی نے معاذ بن محمد سے اور انھوں نے عطا سے اور عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔[۵۹] ابن سعد کے علاوہ ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی اسی سلسلے سے اس واقعے کو نقل کیا ہے، مگر اس سلسلے میں واقدی کے علاوہ معاذ بن محمد مجہول اور غیر معتبر ہے۔[۶۰]

۵۸۔ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، **المواهب اللدنية**، ت، صالح احمد شامی (بیروت: المکتب الإسلامی، ۲۰۰۴ء)، ۱: ۱۵۵۔

۵۹۔ ابن سعد، **الطبقات**، ۱: ۹۱۔

۶۰۔ قَالَه ابْن عدي: معَاذ بن مُحَمَّد الْأَنْصَارِيّ مُنكر الحَدِيث (أحمد بن علي المقريزي، **مختصر الكامل في الضعفاء**، ت، ایمن بن عارف الدمشقی (قاہرہ: مکتبة السنة، ۱۹۹۴ء)، ۱: ۷۴۳۔

آنحضرت ﷺ کا بحیرا راہب سے ملاقات کا واقعہ

حضور ﷺ کی عمر جب بارہ سال دوماہ ہوئی، تو ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا اور حضور ﷺ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مقام یمامہ پر پہنچے تو وہاں ان کو بحیرا راہب ملا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ایک یہودی عالم تھا اور بعض میں ہے کہ وہ ایک نصرانی عالم تھا، لیکن صحیح یہ دوسری روایت ہے کہ وہ ایک نصرانی عالم تھا۔ اس نے کتب قدیمہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپ ﷺ میں نبوت کی کچھ علامات دیکھیں اور ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کہ کیا آپ کو اس کے ساتھ محبت ہے؟ انھوں نے کہا بے شک۔ بحیرا نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں، اگر آپ انہیں شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن بن جائیں گے اور قتل کرنا چاہیں گے۔ آپ ان کو واپس لے جائیں۔ چناں چہ ابو طالب حضور ﷺ کو واپس لے آئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔[۶۱]

واقعے کی استنادی حیثیت

اس روایت کے بارے میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جس قدر طریقے ہیں، وہ سب مرسل ہیں۔ یعنی راوی اول واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا، اور اس راوی کا نام بیان نہیں کرتا جو شریک واقعہ تھا۔

یہ روایت اختصار اور تفصیل کے ساتھ سیرت کی اکثر کتابوں میں اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے، مگر کتبِ سیر میں اس کے متعلق جس قدر روایتیں ہیں ان سب کے سلسلے کم زور اور ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اس قصے کی سب سے محفوظ سند وہ ہے جس میں عبد الرحمان بن غزوان، جو ابو نوح قراد کے نام سے مشہور ہے، یونس بن ابی اسحاق سے اور وہ ابو بکر بن ابو موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کرتے ہیں۔

یہ قصہ اس سلسلۂ سند کے ساتھ **جامع ترمذی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوۃ للبیہقی** اور **دلائل النبوۃ لابی نعیم** میں مذکور ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن غریب اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور علامہ شبلی نے اس روایت پر تنقید کی ہے اور عبد الرحمان بن غزوان کو اس سلسلے میں مجروح قرار دیا

۶۱۔ قسطلانی، **المواہب للدنیۃ**،۱: ۱۸۷-۱۸۸؛ نعمانی، **سیرۃ النبی**،۳: ۴۱۱-۴۱۲؛ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی و مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، **تاریخ ملت** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۱ء)، ۱: ۳۷؛ اکبر شاہ نجیب آبادی، **تاریخ اسلام** (لاہور: دارالاندلس، س ن)، ۱: ۹۶-۹۷۔

ہے اور حافظ ذہبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اس روایت کو موضوع سمجھتے ہیں۔ اس روایت کے حوالے سے چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر ۷ ہجری میں مدینہ آئے تھے اور یہ واقعہ ان کے اسلام لانے سے پچاس برس پہلے کا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نہ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اور نہ کسی اور شریک واقعہ کی زبان سے اپنا سننا بیان کرتے ہیں۔ اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔

۲۔ اس واقعے کو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحب زادے ابو بکر روایت کرتے ہیں، اگرچہ ان کی نسبت کلام ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے کوئی روایت سنی بھی ہے یا نہیں؛ چناں چہ ناقدین فن کو اس باب میں بہت کچھ شک ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس سے قطعی انکار کیا ہے۔ بنابریں یہ روایت منقطع ہے۔ اس کے سوا ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

۳۔ ابو بکر سے یونس بن ابی اسحاق اس واقعے کو نقل کرتے ہیں۔ گو کہ متعدد محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، تاہم عام فیصلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ ان میں سخت بے پروائی تھی۔ شعبہ نے ان پر تدلیس کا الزام قائم کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ ان کی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور عام روایتوں کو مضطرب اور ایسی ویسی کہتے ہیں۔ ابو حاتم کی راے ہے کہ گو وہ راست گو ہیں؛ لیکن ان کی اپنے باپ سے حدیث حجت نہیں۔ ساجی کا قول ہے کہ وہ سچے ہیں اور بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ابو حاکم کا بیان ہے کہ ان کو اکثر اپنی روایتوں میں وہم ہو جاتا تھا۔

۴۔ چوتھے راوی عبد الرحمان بن غزوان ہیں، جن کا نام امام حاکم نے اپنی کتاب **مستدرک** اور ابو نعیم نے اپنی کتاب **دلائل النبوة** میں ابو نوح قراد ذکر کیا ہے، ان کو اگرچہ بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے، تاہم وہ متعدد منکر روایتوں کے راوی ہیں۔ [۶۲] ممالیک والی جھوٹی حدیث ان ہی سے روایت ہے ۔ ابو

۶۲۔ ومن الرواة عبد الرحمن بن غزوان، وقد تكلم فيه أكثر أهل العلم وقال الذهبي: كان يروي الأحاديث المنكرة، وأشدها نكارة الرواية التي جاءت فيها قصة بحيرا- وأخرج الحاكم هذا الحديث، وقال: "صحيح على شرط الشيخين"، وعلق عليه الذهبي في **تلخيص المستدرك** وقال: "موضوع، وعبد الرحمن واهٍ" (تقي الدين بن بدر الدين الندوي ،**كتاب سيرة النبي صلى الله عليه وسلم**، (المدينة المنورة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف،س ن)، ۱: ۲۲)۔

احمد حاکم کا بیان ہے کہ انھوں نے امام لیث سے ایک منکر روایت نقل کی ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ غلطیاں کرتے تھے اور امام مالک اور لیث کی طرف سے ممالیک والی حدیث نقل کرنے کی وجہ سے ان کی طرف سے دل میں خلجان ہے۔

۵۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عبد الرحمان بن غزوان کی منکر روایتوں میں سب سے زیادہ منکر بحیرا راہب کا قصہ ہے۔ اس قصے کے غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا حالاں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا بھی نہیں تھا۔[۶۳]

۶۔ حاکم نے **مستدرک** میں اس واقعے کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ حافظ ذہبی **مستدرک** کی تلخیص میں لکھتے ہیں کہ میں اس روایت کو بنایا ہوا خیال کرتا ہوں؛ کیوں کہ اس میں بعض واقعات غلط ہیں۔[۶۴]

۷۔ امام بیہقی اس کی صحت کو صرف اس قدر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قصہ اہلِ سیر میں مشہور ہے۔ حافظ سیوطی نے **الخصائص الکبریٰ** میں امام موصوف کے اس فقرے سے یہ سمجھا ہے کہ وہ بھی اس کے ضعف کے قائل ہیں۔ اس لیے اصل روایت میں ابن سعد وغیرہ سے چند اور سلسلے نقل کیے ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔[۶۵]

شام کا ایک سفر اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر متعدد بار شام اور یمن لے کر گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بصریٰ بھی تشریف لے گئے تھے۔ قادری صاحب لکھتے ہیں:

۶۳۔ هذا الحديث ضعفه الذهبي لقوله في آخره "وبعث معه أبو بكر بلالا فإن أبا بكر لم يكن إذ ذاك اشترى بلالا" (إسماعيل بن محمد العجلوني، **كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس** (القاهرة: مكتبة القدسي، ۱۳۵۱ھ)، ۱: ۱۴۱)؛ ابن سید الناس، **عیون الأثر**، ۱ :۱۰۴-۱۰۵۔

۶۴۔ جیسا کہ گذشتہ حواشی (خاص کر حاشیہ نمبر ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۶۸، ۶۹) سے واضح ہوتا ہے۔

۶۵۔ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۱۲-۴۱۳۔

آپ کے ساتھ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔اس کی زبانی روایت ہے کہ ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابر سایہ افگن رہتا۔ کبھی فرشتے اپنے پروں کا سایہ کرتے تھے۔ایک عیسائی خانقاہ کے قریب جہاں نسطورا نامی راہب رہتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ راہب نے یہ دیکھا تو میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔اس نے نام ونشان بتایا۔راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں ٹھہرا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا ان کی آنکھوں میں ہمیشہ یہ سرخی رہتی ہے۔غلام نے اثبات میں جواب دیا۔راہب نے کہا تو یقیناً یہ آخری زمانہ کے پیغمبر ہیں۔تم کبھی ان کی رفاقت نہ چھوڑنا۔(۶۶) اسی دوران میں ایک شخص سے خرید وفروخت میں کوئی جھگڑا پیش آیا۔خریدار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا لات وعزی کی قسم کھاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کی قسم نہیں کھاتا۔راہب نے میسرہ سے کہا اللہ کی قسم یہ پیغمبر ہیں۔ان کی صفتیں ہماری کتابوں میں لکھی ہیں۔

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کی سخت دھوپ پڑتی تو دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت سے فارغ ہو کر مکہ آرہے تھے، اتفاق سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت چند سہیلیوں کے ساتھ کوٹھے پر تھیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ افگن ہیں۔انھوں نے یہ منظر اپنی سہیلیوں کو دکھایا اور میسرہ سے اس کا تذکرہ کیا۔میسرہ نے کہا پورے سفر میں یہی کچھ دیکھتا آیا ہوں۔(۶۷)

واقعے کی استنادی حیثیت

ابن اسحاق میں اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے۔بقیہ کتابوں میں اس کی سند یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین نے واقدی سے اور واقدی نے موسیٰ بن شیبہ سے اور وہ عمیرہ بنت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہا سے اور عمیرہ رضی اللہ عنہا کو ام سعد بنت کعب رض سے اور وہ یعلیٰ بن منیۃ رضی اللہ عنہ صحابی کی بہن نفیسہ بنت منیۃ رضی اللہ عنہا سے، جو صحابیہ تھیں، سے روایت

۶۶۔ احمد قادری، **تاریخ مسلمانان عالم،۲:۱۲۳**، بہ حوالہ کاندھلوی، **مذہبی داستانیں**،۱:۱۳۲-۱۳۳۔

۶۷۔ احمد بن سلیمان اور بعض دیگر باحثین نے اس روایت کو معضل اورواقدی کو متروک قرار دیا ہے،(ابو نعیم ، **دلائل النبوۃ**،۱: ۱۲۵-۱۰۵)؛ قلت: وإسناده ضعيف، وفيه الواقدي وهو متروك (احمد بن سلیمان، **موسوعة محاسن الإسلام ورد شبهات اللئام** (مدینہ منورہ: دار إيلاف الدولية للنشر والتوزيع (دار وقفية دعوية)، ۲۰۱۵ء) ۴: ۴۰۵)؛ نعمانی، **سیرۃ النبی**،۳: ۴۱۳- ۴۱۴؛ عبد الحق محدث دہلوی، **مدارج النبوۃ**، ترجمہ، مفتی غلام، معین الدین نعیمی (لاہور: شبیر برادرز ،۲۰۰۴ء)،۲ : ۴۴-۴۵؛ نجیب آبادیؒ، **تاریخ اسلام**،۱ :۹۹ ؛ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، **سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، ترجمہ، خلیفہ محمد عاقل (کراچی: دارالاشاعت، س ن)، ۱۵- ۱۶۔

کرتی ہیں کہ واقدی کی بے اعتباری تو محتاج بیان نہیں۔ان کے علاوہ موسی بن شیبہ [۶۸] کی نسبت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں منکر ہیں۔ عمیرہ بنت کعب رضی اللہ عنہ اور ام سعد رضی اللہ عنہا کا حال معلوم نہیں ہے۔[۶۹]

یہودیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس قیام کے زمانے میں ایک اور واقعہ بھی راویوں نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بعض یہودیوں نے یا عرب قیافہ شناسوں نے یہ معلوم کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں، اور وہی ہمارے آبائی مذہب کو دنیا سے مٹائیں گے۔ یہ سمجھ کر انھوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا، یا یہ کہ دوسروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا (روایت میں اختلاف ہے۔) ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا پہلے پہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے لے کر عکاظ کے میلہ میں آئیں۔ وہاں قبیلہ ہذیل کا ایک قیافہ شناس بوڑھا تھا۔ عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اس کے پاس آتی تھیں اور فال نکلواتی تھیں۔ اس کی نظر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو وہ چلا اٹھا کہ اسے قتل کر ڈالو، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چل دیں۔ لوگوں نے بوڑھے سے واقعہ پوچھا تو اس نے کہا میں نے ابھی وہ بچہ دیکھا جو تمھارے اہل مذہب کو قتل کرے گا اور تمھارے بتوں کو توڑے گا اور کام یاب ہو گا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ڈھونڈا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد آپ کو پھر کسی قیافہ شناس اور فال دیکھنے والے کے سامنے پیش نہیں کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس بوڑھے کی عقل جاتی رہی اور حالت کفر میں مر گیا۔ دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا تھا کہ میرے بچے کو یہودیوں سے بچائے رکھنا۔ اتفاق سے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلیں تو کچھ یہودی راستے میں مل گئے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سن کر ایک دوسرے سے کہا کہ اس کو مار ڈالو۔ پھر انھوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بچہ یتیم ہے؟ حضرت

۶۸۔ محمد عبد الحمید النمیسی **إمتاع الأسماع** کے حاشیے پر اس روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں: هو من طريق الواقدي وهو متروك ، وفيه أيضا موسى بن شيبة لين الحديث (احمد بن علی المقریزی، **إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع**، (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۹ء)، ۴: ۹۸)۔

۶۹۔ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۱۴؛ کاندھلوی، **مذہبی داستانیں**، ۱: ۱۳۴؛ مفتی محمد شفیع **سیرۃ رسول اکرم** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۴ھ)، ۴۷۔۴۸۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں، میں اس کی ماں ہوں اور اپنے شوہر کا بتایا کہ وہ اس کا باپ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے۔ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ یتیمی کی علامت بچے میں نہیں پائی جاتی تو اس سے ان کا یقین جاتا رہا۔[۷۰]

واقعے کی استنادی حیثیت

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ روایتیں ابن سعد میں ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ پہلی روایتوں کا ماخذ واقدی کی داستانیں ہیں، اور اس پر بھی ان کے سلسلے ناتمام ہیں۔ آخری روایت کا سلسلہ یہ ہے۔ عمرو بن عاصم کلابی، ہمام بن یحییٰ، اسحاق بن عبد اللہ۔ گو یہ تینوں عموماً ثقہ اصحاب ہیں مگر ان کی یہ روایت موقوف ہے۔ یعنی آخری راوی اسحاق بن عبد اللہ گو تابعی ہیں، مگر کسی صحابی سے اس کا سننا ظاہر نہیں کرتے۔ معلوم نہیں یہ روایت کہاں سے پہنچی؟[۷۱]

یہاں ہمیں ندوی صاحب کی اس رائے سے (کہ یہ تینوں عموماً ثقہ راوی ہیں) اختلاف ہے۔

جہاں تک ہمام بن یحییٰ البصری کا تعلق ہے تو بلاشبہ وہ بصرہ کے مشہور ثقہ علما میں شمار ہوتے ہیں، لیکن ان میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ حافظ ذہبی ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہیں؛ لیکن ان کا حافظہ کچھ خراب ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان ان کے حافظے کے باعث ان سے قطعًا راضی نہ تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو دیکھا ہے کہ وہ تین افراد کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے: ایک حجاج بن ارطاۃ، دوسرے محمد بن اسحاق اور تیسرے یہ ہمام حتیٰ کہ وہ ان تینوں کے سلسلے میں کسی سے گفت گو کے لیے بھی تیار نہ تھے۔

عمرو بن علی کا بیان ہے کہ عبد الرحمان بن مہدی تو اس ہمام سے روایت کرتے، لیکن یحییٰ نہ اس سے کوئی روایت لیتے اور نہ وہ اس کے حافظے سے خوش تھے، اور نہ ان کی لکھی ہوئی احادیث سے۔

عفان کا بیان ہے کہ ہمام اپنی لکھی ہوئی یادداشت کو دیکھنے کے لیے تیار نہ تھے؛ کیوں کہ وہ اسے عیب

۷۰۔ ابو نعیم، **دلائل النبوۃ**، ۱: ۱۳۷؛ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۱۰۔ ۴۱۱؛ محمد اسلم قاسمی، **سیرت پاک** (لاہور/کراچی: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۲ھ)، ۳۰۔ ۳۱؛ دحلان، **السیرۃ النبویۃ**، ۱: ۷۱۔۷۲؛ طیب، **سیرت پاک**، ۳۰۔ ۳۱؛ ابن سعد، **الطبقات**، ۱: ۱۳۰۔ ۱۳۱۔

۷۱۔ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۱۰۔ ۴۱۱۔

تصور کرتے اور پھر اگر کسی وقت اچانک مسودے پر نظر پڑتی تو کہتے ہم اللہ سے استغفار چاہتے ہیں۔ہم تو بہت غلطیاں کرتے رہے ہیں۔ ۱۶۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ مجموعی طور پر ہمام کا حافظہ خراب تھا، اس لیے ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[۷۲]

ہمام سے یہ روایت عمرو بن عاصم کلابی نقل کرتے ہیں۔ یہ بھی مشہور سچے عالم ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں میں ان کی روایت سے خوش نہیں، اگر بندار اس سے روایت نہ لیتے تو میں اس کی روایت ترک کر دیتا۔ ابو حاتم اس کی روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔[۷۳]

رہا اسحاق بن عبد اللہ کا معاملہ، تو اس نام سے متعدد افراد موسوم ہے۔ سید صاحب نے اس کا اتا پتا تحریر نہیں کیا، صرف یہ لکھا کہ وہ تابعی ہے، تو تابعین میں پانچ اسحاق بن عبد اللہ نامی موجود ہیں۔ ایک اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر الہاشمی ہیں جن کا کچھ حال معلوم نہیں۔ ایک اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل الہاشمی ہیں جو ثقہ ہیں۔ ایک اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث بن کناۃ العامری ہیں، یہ کام چلاؤ ہیں۔ ایک اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ الانصاری المدنی ہیں، یہ ثقہ ہیں، حجت ہیں اور ایک اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ المدنی ہے، یہ ناقابل اعتبار ہے۔[۷۴] ہمارے نزدیک یہ روایت اسی آخری شخص سے مروی ہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ کی استنادی حیثیت

ابن ابی فروۃ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد کا غلام تھا، جو بلا سند روایات نقل کرنے میں مشہور تھا۔ ایک بار امام زہری نے اس کو بلا سند حدیث بیان کرتے دیکھا تو فرمایا اے ابن ابی فروۃ اللہ تجھے قتل کرے، تو اللہ کے معاملہ

۷۲۔ الذہبی، **میزان الاعتدال**، ۴: ۳۰۹-۳۱۰۔

۷۳۔ امام ابن حجر کہتے ہیں: صدوق في حفظه شيء، **المطالب العَالية بزوَائد المسانيد الثمانية** (جدہ: دارالعاصمة للنشر والتوزيع، ۲۰۰۰ء)، ۸: ۴۵۰۔

۷۴۔ اسحاق بن عبدالله بن ابي فروة عن نافع وغيره مدني تركوه قال خ تركوه ونهى احمد عن حديثه وقال مرة لا تحل الرواية عنه (شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، **المغني في الضعفاء**، ت، الدکتور نور الدین عتر (قطر: إدارة إحياء التراث، س ن)، ۱: ۱۱۹۔)

میں کتنا بے خوف ہے، تو حدیث کی سند کیوں بیان نہیں کرتا، ایسی روایات کیوں بیان کرتا ہے جن کی نہ کوئی مہار ہوتی ہے نہ لگام۔(۷۵)

امام بخاری کہتے ہیں کہ محدثین نے اس کی روایت کو ترک کر دیا ہے۔ امام جوزجانی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک اس اسحاق کی روایات بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ امام ابو زرعہ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام یحییٰ بن معین وغیرہ کہتے ہیں کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے اور خاص طور پر اہل حجاز سے جتنی بھی روایات نقل کرتا ہے، وہ منکر ہوتی ہیں۔ اس کا انتقال ۱۴۴ھ میں ہوا۔(۷۶) اس کی روایات **ابو داؤد، ترمذی** اور **ابن ماجہ** میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اس واقعے کو ابو نعیم نے **دلائل** میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے لے کر روانہ ہوئیں تو ایک وادی میں پہنچ کر ان کو حبش کے کچھ لوگ ملے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہو گئیں۔ انھوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کی نسبت کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب غور سے دیکھنا شروع کیا۔ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں مہر نبوت تھی، وہ دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں تھوڑی سرخی تھی؛ اس کو دیکھتے رہے۔ پھر پوچھا کہ کیا بچے کی آنکھوں میں یہ سرخی کسی بیماری سے ہے یا ہمیشہ سے اسی طرح کی ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں ہمیشہ سے اسی طرح ہے۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم یہ پیغمبر ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے چاہا کہ بچے کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے چھین لیں لیکن اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔(۷۷) ابو نعیم کی

۷۵۔ ابن عدی، **الكامل في ضعفاء الرجال**، ۱: ۳۲۷؛ ابویعلی الخلیلی کہتے ہیں: ضعفوه جدا تكلم فيه مالك والشافعي، وتركاه ، قال له الزهري يوما : يا إسحاق ، تجيء بأحاديث ليست لها أزمة ولا خطام إذا حدثت فأسند (ابو یعلی الخلیلی، **الإرشاد في معرفة علماء الحديث**، ت، محمد سعید بن عمر ادریس (الریاض: مکتبۃ الرشد، س ن)، ۱: ۱۹۴)۔

۷۶۔ ذہبی، **میزان الاعتدال**، ۱: ۱۹۳؛ محمود بن محمد الملاح کہتے ہیں: اسحاق بن عبد الله - وهو: ابن ابی فروة - قال البخاري: (تركوه). وقال أحمد: (لا تحل عندي الرواية عنه). وكذبه بعضهم.(**التعليق على الرحيق المختوم**، ت، ابو عبد الرحمن / محمد ابن محمد الملاح) (قاہرہ: الدار العالمية للنشر والتوزيع، ۲۰۱۰ء)، ۱: ۷۶-۷۷)

۷۷۔ ابو نعیم، **دلائل النبوۃ**، ۱: ۱۶۰۔

اس روایت کا سلسلہ نہایت ضعیف اور کم زور ہے اور ان کی روایت میں مجہول الحال لوگ ہیں۔

ہاتف غیبی سے خوش خبری

اس طرح کی روایات بھی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی رات ہاتف غیبی سے آپ ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی دی اور مکہ میں قریش کا بڑا بت اوندھا ہو گیا۔ [۷۸]

واقعے کی استنادی حیثیت

اس روایات کی اسناد میں دو راوی عبد اللہ بن محمد بلوی اور عمارہ بن زید بھی ہیں جو جھوٹی حدیثیں گھڑنے میں معروف ہیں۔ [۷۹]

شام کے محلات کا نظر آنا

روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفا بنتِ عوف رضی اللہ عنہا ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو پہلے غیب سے آواز آئی، پھر مشرق و مغرب کی ساری زمین میرے سامنے روشن ہو گئی، یہاں تک کہ شام کے محل مجھ کو نظر آنے لگے۔ میں نے آپ ﷺ کو کپڑا پہنا کر لٹایا ہی تھا کہ اندھیرا چھا گیا اور میں ڈر کر کانپنے لگی۔ پھر داہنی طرف سے کچھ روشنی نکلی تو یہ آواز سننے میں آئی کہ کہاں لے گئے تھے۔ جواب ملا کہ مغرب کی سمت۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں ڈر کر کانپی۔ پھر آواز آئی کہ کہاں لے گئے تھے۔ جواب ملا کہ مشرق کی سمت۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا

۷۸- الشامی، **سبل الهدى والرشاد**، الباب العاشر في حزن إبليس وحجبه من السموات وما سمع من الهواتف لما ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ۱ :۳۵۲۔

۷۹- عمَارَة بن زيد يروي عَن أَبِيه عَن عَمْرو بن شُعَيْب قَالَ : الْأَزْدِيّ يضع الحَدِيث (عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، **الضعفاء والمتروكون**، ت، عبد اللہ القاضی (بیروت:دار الكتب العلمية،۱۴۰۶ھ)،۲: ۲۰۴؛ برہان الدین الحلبی، **الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث**، ت، صبحی السامرائی (بیروت:عالم الكتب، مكتبة النهضة العربية، ۱۹۸۷ء) ،۱: ۲۳۵۔

اور میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔[۸۰]

واقعے کی استنادی حیثیت

یہ واقعہ **دلائل النبوۃ** کا ہے جس کے بیچ کا راوی احمد بن محمد بن عبد العزیز الزہری[۸۱] غیر معتبر ہے، جب کہ باقی راوی مجہول الحال ہیں۔

آتش کدوں کا بجھنا

روایت ہے کہ ولادت کی رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ آپڑ گیا اور اس کے چودہ کنگورے گر پڑے؛ اور ساوہ کی نہر (واقع فارس)، اور بعض روایتوں میں طبریہ کی نہر (واقع شام)، خشک ہو گئی؛ اور فارس کا آتش کدہ جو ہزاروں برس سے روشن تھا، بجھ گیا؛ اور کسریٰ نے ایک ہول ناک خواب دیکھا جس کی تعبیر یمن کے ایک کاہن سطیح سے دریافت کی گئی۔[۸۲]

یہ حکایت **دلائل النبوۃ** للبیہقی، **ہواتف الجان** لخرائطی، ابن عساکر اور **دلائل النبوۃ** لابی نعیم میں موجود ہے۔

واقعے کی استنادی حیثیت

ان سب روایات کا مرکزی راوی مخزوم بن ہانی ہے جو اپنے باپ ہانی مخزومی سے، جس کی عمر ڈیڑھ سو برس بتائی جاتی ہے، نقل کرتا ہے۔ ہانی نام کا کوئی صحابی جو مخزومی قریشی ہو اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو، معلوم

۸۰۔ ابو نعیم، **دلائل النبوۃ**، ۱: ۱۳۷؛ ابن سعد، **طبقات**، ۱: ۱۲۲؛ ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۱: ۲۶۳-۲۶۴؛ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفٰی**، ۱: ۵۲؛ قسطلانی، **المواہب**، ۱: ۱۲۹-۱۳۰؛ صفی الرحمٰن مبارکپوری، **تجلیاتِ نبوت** (ریاض: دارالسلام، ۲۰۱۰ء)، ۴۱؛ دحلان، **السیرۃ النبویۃ**، ۱: ۵۴۔

۸۱۔ الذہبی، **میزان الاعتدال**، ۱: ۱۳۰-۱۳۱، قال البخاري محمد بن عبد العزيز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف القاضي منكر الحديث ويقال بمشورته جلد الإمام مالك، وقال النسائي متروك، وقال الدارقطني ضعيف، عراقی، **ذیل میزان الاعتدال**، ۶: ۲۳۸۔

۸۲۔ نعمانی، **سیرۃ النبی**، ۳: ۴۰۱؛ ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۱: ۲۶۸؛ قسطلانی، **المواہب**، ۱: ۱۳۱-۱۳۲؛ دحلان، **السیرۃ النبویۃ**، ۱: ۵۹-۶۱۔

نہیں بلکہ اس نام کا بنو مخزوم میں کوئی صحابی نہیں گزرا۔ **الإصابة** میں اسی روایت کے سلسلے میں ان کا نام مشکوک طور پر آیا ہے۔ ان کے صاحب زادے مخزوم بن ہانی سے بھی محدثین میں کوئی شناسا نہیں۔ نیچے کے راویوں کا بھی یہی حال ہے۔

اس روایت کو ابن عساکر جیسے ضعیف راویتوں کو نقل کرنے والے نے بھی غریب کہا ہے اور ابن حجر نے اس روایت پر مرسل کا حکم لگایا ہے۔ ابو نعیم کی روایت میں محمد بن جعفر بن اعین مشہور وضاع ہے۔ (۸۳)

یہاں تک تو حقیقی واقعے پر بحث ہوئی جو بیداری کی صورت میں ہو، لیکن ابن ہشامؒ نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک خواب تھا جو آپ ﷺ کی والدہ نے دیکھا تھا اور ایک حدیث سے خواب کی جانب اشارہ بھی ملتا ہے۔ اگر چہ اس میں خواب بیان نہیں کیا گیا، لیکن اس واقعے کے الفاظ درج ذیل ہیں: "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔" (۸۴)

نبی کریم ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے

مشہور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔ (۸۵)

واقعے کی استنادی حیثیت

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ یہ راویت متعدد طرق سے مروی

۸۳- قال ابن كثير: قلت أما هذا الحديث فلا أصل له في شيء من كتب الإسلام المعهودة ولم أره بإسناد أصلا ويروي مثله في خبر خالد بن سنان العبسي ولا يصح أيضًا (ابن کثیر، **البداية والنهاية**،۲ : ۲۶۸۔)

۸۴- ابن عساکر، **تاريخ دمشق**،۱: ۱۶۶؛ عن عرباض بن سارية رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : إني عبد الله وخاتم النبيين وأبي منجدل في طينته و سأخبركم عن ذلك أنا دعوة أبي إبراهيم و بشارة عيسى و رؤيا أمي آمنة التي رأت--- ثم تلا: {يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا} (الاحزاب:۴۵) ؛ هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه - تعليق الذهبي في التلخيص: صحيح (حاکم، **المستدرك**، كتاب التفسير، باب تفسير سورة الأحزاب،۳: ۲۸۱، رقم: ۳۵۶۶۔)

۸۵- نجیب آبادی، **تاریخ اسلام**،۱ : ۹۳؛ ابن کثیر، **البداية والنهاية**،۱:۲۶۵؛ کاندھلوی، **سیرۃ المصطفٰی**،۱: ۶۱؛ دحلان، **السيرة النبوية**،۱: ۵۳؛ نعمانی، **سیرۃ النبی ﷺ**،۳ : ۳۹۸؛ ابن الجوزی، **الوفا بأحوال المصطفیٰ**،۱۲۵۔

ہے، مگر ان میں کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں جو ضعیف نہ ہو۔ امام حاکم نے **مستدرک** میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا متواتر روایتوں سے ثابت ہے۔[۸۶] اس پر علامہ ذہبی نے تنقید کی ہے کہ تواتر تو کجا صحیح طریقہ سے ثابت ہی نہیں[۸۷] اور بہ قول علامہ ابن القیم اگر ثابت بھی ہو تو اس میں آنحضرت ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں؛ کیوں کہ ایسے بچے اکثر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔[۸۸] اس کے ساتھ ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے ساتویں دن آپ ﷺ کا ختنہ کروادیا اور تمام اہل مکہ کی دعوت کی۔اسی طرح امام ابن القیم نے اپنے زمانے کے کئی افراد کا ذکر کیا ہے کہ یہ حضرات مختون پیدا ہوئے تھے اور یہ حضور ﷺ کی کوئی تخصیص نہیں۔[۸۹]

ہانڈی کا پھٹ کر دو حصے ہو جانا

ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو پتھر کی ایک ہانڈی کے نیچے رکھا گیا تو وہ ہانڈی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور اس دوران آپ ﷺ کی والدہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان کی طرف بالکل کھلی ہیں۔[۹۰]

واقعے کی استنادی حیثیت

اس طرح کی تمام روایات مرسل ہیں۔ **دلائل النبوۃ للبیہقی** میں یہ روایت ابو حکم تنوخی سے مرسلاً مروی

۸۶– الحاکم ، **مستدرک علی الصحیحین** ،ت، مصطفیٰ عطاء، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین (بیروت: دار الکتب العلمیة،۲۰۰۲ء)،۲: ۶۵۷-۶۵۸۔

۸۷– کتاب کے حاشیے پر امام ذہبی لکھتے ہیں: ما أعلم صحة لذلك ، فكيف يكون متواترا (الحاکم، **مستدرک علی الصحیحین**،۲ : ۶۵۸؛ المقریزی، **إمتاع الأسماع**،۴ : ۵۷۔)۔

۸۸– کاندھلوی، **مذہبی داستانیں**، ۱:۸۵

۸۹– محمد بن ابی بکر ابن القیم، **زاد المعاد**،ت، شعیب الارنووط وغیرہ (بیروت: مؤسسة الرسالة،۱۹۹۸ء)،۱ : ۸۱۔

۹۰– بیہقی، **دلائل النبوۃ**،۱-۲ : ۱۷۵؛ ابن الجوزی، **الوفا بأحوال المصطفیٰ**،۱-۲: ۱۷۵-۱۲۳-۱۲۴؛ دحلان، **السیرة النبویة**،۱ : ۵۶۔

ہے اور وہ ایک مجہول تابعی ہیں، جن کو ابو الحکم کی کنیت سے نام لیے بغیر ابی مندہ اصفہانی نے **فتح الباب فی الکنی والالقاب** میں اور ابن ابی حاتم نے **الجرح والتعدیل** میں ذکر کیا ہے۔ نیز اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن صالح گو صدوق ہیں مگر کثیر الغلط ہیں۔ (۹۱)

نبی کریم ﷺ سے متعلق اس قسم کے واقعات کا عام و خاص میں چرچا ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کے برعکس اہل مکہ میں بھی اس کی عدم شہرت اس کی صحت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

حضور کے سال پیدائش میں روے زمین پر کسی لڑکی کا پیدا نہ ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیے جائیں۔ فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے۔ سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا۔ اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنیں۔ درختوں میں پھل آگئے۔ آسمان میں زبرجد و یاقوت کے ستون کھڑے کر دیے گئے۔ نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے درخت اگائے گئے۔ مکہ کے بت اوندھے ہو گئے، وغیرہ وغیرہ۔ (۹۲)

واقعے کی استنادی حیثیت

علامہ قسطلانی نے **المواهب اللدنية** میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ عمرو بن قتیبہ مطعون ہے۔ جب کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے **الخصائص الکبریٰ** میں اس روایت کو منکر کہا ہے۔ (۹۳)

۹۱- محمد بن اسحاق ابن مندہ، **فتح الباب في الكنى والألقاب**، ت، ابو قتیبہ نظر محمد الفریابی (ریاض: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)، ۲۵۷؛ امام ابی حاتم الرازی، **الجرح والتعديل** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۶ء)، ۴: ۳۵۸؛ محمد ناصر الدین، **معجم أسامي الرواة الذين ترجم لهم العلامة الألباني** (بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۰۰ء)، ۴: ۵۵۳۔

۹۲- دحلان، **السيرة النبوية**، ۱: ۵۳۔

۹۳- قال الإمام السيوطي: قلت هذا الأثر، والأثران قبله فيها نكارة شديدة ولم أورد في كتابي هذا أشد نكارة منها ولم تكن نفسي لتطيب بإيرادها لكني تبعت الحافظ أبا نعيم في ذلك (السیوطی، **الخصائص الكبرى**، ۱: ۸۰۔)۔

مختصراً یہ کہ واقعہ مذکورہ تمام تر بے سند و موضوع ہے اور نبی ﷺ کے تعلیمات کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اس سے جاہلیت کے احوال کی تائید اور نبی کریم ﷺ کے رحمت للعالمین ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

حاصل کلام

سیرتِ طیبہ کے ساتھ یہ تمام تر ستم ظریفی سادہ لوحی یا پھر بے جا اور جاہلانہ محبت یا عیار اور چالاک دشمنوں کا شاخسانہ ہے، جنھوں نے ایک عالمی رسول اور رحمت للعالمین کے پیغام کو بے جا مشکوک کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [۹۴] کا وعدہ فرمایا ہے اور ایسے اساطین علم پیدا کیے ہیں، جنھوں نے غث و سمین کو علاحدہ علاحدہ کیا ہے، اور جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا ہے۔

سفارشات

۱۔ سیرت نبوی جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، کی صحت کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

۲۔ اس دورِ جدید میں ایسے ادارے ہونے چاہئیں جو دیگر تحقیقات کی طرح ایک جامع سیرت مرتب کریں۔

۳۔ خصوصاً ایسے واقعات کا نہایت دقت سے جائزہ لینا چاہیے جن کا تعلق ہمارے دین کے اہم مسائل سے ہیں۔

۴۔ عقائد اور امورِ دین کے حساس مسائل کا بہ طورِ خصوصی تحقیق و تخریج کا اہتمام کیا جائے۔

۹۴۔ القرآن ۱۵:۹ (ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)۔